کلمہ خبیثہ کا درخت تھا اور ازبسکہ سب سے زیادہ گندی اور گھناؤنی اور ناپاک بات جس کے کہنے اور کرنے سے انسان ظلم عظیم کا مرتکب ہو کر عتاب خداوندی میں گرفتار ہوتا، شرک ہے۔

اس لئے اس امر میں ذرا بھی شک نہیں رہتا کہ شجر ممنوعہ (دوئی) کا خبیث درخت تھا

●

یہ عبارت اس وقت صفحات نمبر کے بغیر شائع ہوئی تھی۔ قارئین کرام کو مولانا ظفر علی خاں کی کتاب لطائف ادب کی ورق گردانی کی زحمت اٹھانی پڑے گی۔ اور مولانا مرحوم کے یہ ادبی اور تحقیقی تبرکات بھی یقیناً موجود ہوں گے۔

علماء پاکستان کے سامنے اب دو مثالیں تفسیر بالرائے کی ہیں:

ایک تاویل کی رُو سے حضرت آدم نے نشہ آور پھل کا استعمال کیا اور نشہ کی حالت طاری ہو جانے سے آپ عریاں ہو گئے۔

صلاح الدین صاحب کو اس کا خیال نہیں رہا کہ وہ پھل حضرت آدم کی رفیقۂ حیات حضرت حوّاء نے بھی استعمال کیا تھا ـــــ پھر ان پر کیا حالت طاری ہوئی؟

دوسری تاویل مولانا ظفر علی خاں صاحب کی ہے کہ حضرت آدم سے شجر شرک کے استعمال کی غلطی ہوئی ـــــ

پھر ایسے گناہ کے مرتکب کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

راقم السطور نے مولانا ظفر علی خاں کی اصل غلط فہمی اپنے مضمون میں دور کرنے کی کوشش کی تھی کہ قرآن میں ظلم کے معنی ہر جگہ شرک کے نہیں ہیں۔ مولانا کو مغالطہ ہوا ہے۔

اس مراسلہ میں پورا جوابی مضمون نقل کرنا مشکل ہے اور علماء پاکستان کے تحقیقی جوابات سے استفادہ کا شدید انتظار رہے گا ـــــ

صلاح الدین صاحب کے جذبۂ حق پرستی سے ڈر لگتا ہے۔ عورت کی حکمرانی کے مسئلہ میں موصوف نے حمایت کرنے والے علماء دیوبند کو مولانا قاسم صاحب کی ناخلف اولاد کی پھبتی سے نوازا تھا۔

★★★

خودی اور تخلیق (۶)

انسان کا اوّلین ظہور

آگے چل کر اقبال لکھتا ہے:۔

"انسان کا اوّلین ظہور کس طرح سے ہوا۔ سب سے پہلے جاحظ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ حیوان کی زندگی میں نقلِ مکان اور ماحول سے تغیّر پیدا ہوتا ہے۔ اخوان الصفا نے جاحظ کے خیالات کی مزید توضیح اور تشریح کی۔ تاہم ابن مسکویہ پہلا اسلامی مفکر گزرا ہے جس نے انسان کے اوّلین ظہور کا واضح اور بعض پہلوؤں سے کلیتہً جدید نظریہ پیش کیا۔ یہ بالکل قدرتی بات تھی اور رُوحِ قرآن کے بالکل مطابق تھی کہ رومی حیات بعد الممات کے مسئلہ کو زندگی کے ارتقاء کا مسئلہ سمجھتا تھا۔ اس کے نزدیک یہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں تھا جسے ہم خالص مابعد الطبعیاتی قسم کے دلائل سے حل کر سکتے ہوں، جیسا کہ بعض حکمائے اسلام نے سمجھا تھا۔ تاہم ارتقاء کا نظریہ دورِ حاضر کے لیے امید اور ولولہ نہیں بلکہ مایوسی اور پریشانی کو ساتھ لے کر آیا ہے۔ اس کا سبب دورِ حاضر کے اس بے بنیاد مفروضہ کے اندر پایا جا سکتا ہے کہ انسان کی موجودہ حیاتیاتی اور نفسیاتی کیفیت یا حالت ارتقائے حیات کی آخری منزل ہے اور موت زندگی کی ایک واردات کی حیثیت سے کوئی تعمیری اہمیت نہیں رکھتی۔ اس دور کے انسان کو ایک رومی کی ضرورت ہے جو اس کے

دل میں امید پیدا کر سکے اور زندگی کے لیے جوش اور ولولہ کی آگ بھڑکا سکے"
"ریاضیات کی ترقی کے ساتھ ساتھ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام میں ارتقاء کا تصوّر بھی آہستہ آہستہ تعمیر پاتا رہا ہے۔ جاحظ پہلا شخص ہے جس نے اس بات کی طرف توجہ کی کہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو سفر کر جانے سے پرندوں کے اندر جسمانی تغیرات رونما ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد ابن مسکویہ نے جو البیرونی کا ہمعصر تھا اس خیال کو ایک واضح نظریہ کی شکل دی اور اپنی مذہبی کتاب "الفوز الاصغر" میں اسے استعمال کیا۔ میں یہاں اس کے ارتقائی نظریہ کا اختصار پیش کرتا ہوں۔ اس کی علمی حیثیت کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف اس لیے کہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کا فکر کس سمت میں حرکت کر رہا تھا۔ ابن مسکویہ کا خیال ہے کہ ارتقاء کے سب سے نچلے درجہ میں پودوں کو پیدا ہونے اور نشوونما پانے کے لیے کسی بیج کی حاجت نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ نوع کو بیج کے ذریعہ سے قائم رکھتے ہیں۔ اس قسم کے پودے جمادات سے صرف اس لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں کہ ان میں کسی قدر حرکت کی قوت ہوتی ہے جو بلند درجہ کی نباتات میں اور ترقی کر جاتی ہے اور اپنا مزید اظہار اس طرح سے کرتی ہے کہ پودا اپنی شاخیں پھیلا دیتا ہے اور اپنی نوع کو بیج کے ذریعہ سے قائم رکھتا ہے۔ پھر حرکت کی قوت رفتہ رفتہ ترقی کرتی ہے یہاں تک کہ ہم ایسے درختوں تک پہنچ جاتے ہیں جن کا تنا اور پتے اور پھل ہوتے ہیں۔ ارتقاء کے ایک بلند تر درجہ پر نباتاتی زندگی کی اشکال اس قسم کی ہوتی ہیں کہ ان کو اپنی نشوونما کے لیے بہتر زمین اور آب و ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ ارتقاء کے آخری درجہ میں انگور کی بیل اور کھجور کا درخت آتے ہیں جو گویا حیوانی زندگی کے دروازہ پر کھڑے ہیں۔ کھجور کے درخت میں جنسی امتیاز واضح طور پر نمودار ہو جاتا ہے۔ جڑوں اور ریشوں کے علاوہ اس میں ایک ایسی چیز بھی پیدا ہو جاتی ہے جو حیوان کے دماغ کی طرح کام کرتی ہے اور جس کی سلامتی